فقہِ اسلامی کی اصل زبان (عربی)

جو اپنے بچپن ہی سے جوان و رعنا رہی!

جسے وقت کی آندھیاں کبھی بوسیدہ نہ کرسکیں!

رضی الدین سید

زبانیں ہمیں تہذیب کا سفر طے کرتی ہیں۔ وہ اپنا آغاز ایک بالکل اجنبی اور نامانوس زبان کی حیثیت سے کرتی ہیں، لیکن وقت کی آندھیوں کے نتیجے میں ،اور مختلف تہذیبوں کے ملتے جلتے رہنے کے باعث ایک بالکل ہی نئی اور شان دار حیثیت سے دنیا کے سامنے آتی ہیں۔ علم وادب کا ایک وسیع ذخیرہ اور الفاظ ومعانی کا ایک دریا ان کے اندر موجود ہوتا ہے۔ دنیا کی کسی بھی زبان کو دیکھیں۔ وہ اس زبان سے قطعی مختلف ہوگی، جو اپنی ابتدائی حیثیت کے وقت تھی۔ حتیٰ کہ اکثر اوقات اس ابتدائی زبان کو خود اس کے اپنے ماہرین بھی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ فرانسیسی، لاطینی، انگریزی، اردو اور فارسی وغیرہ نے تاریخ کے سفر میں اَن گنت شکلیں بدلی ہیں اور تب جاکر وہ آج کی موجودہ شکل میں ہمارے سامنے آئی ہیں۔

اصولاً یہ معاملہ قرآن پاک کی عربی زبان کے ساتھ بھی پیش آنا چاہیے تھا۔ اسے بھی تبدیل ہوکر کچھ سے کچھ ہوجانا چاہیے تھا۔ قرآن پاک آج سے لگ بھگ ۱۵سو سال قبل نازل ہوا تھا، چنانچہ اُس وقت کی عربی زبان، آج کی اس اکیسویں صدی میں ہمارے لیے بالکل اجنبی حیثیت رکھنی چاہیے تھی۔ اگر فی الحقیقت ایسا ہوا ہوتا تو قرآن پاک سے ہمارا رشتہ آج ٹوٹ چکا ہوتا اور دین اسلام ہمارے لیے اجنبیت اختیار کرجاتا۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن پاک کی عربی آج بھی اپنے اندر حُسن، کشش، ادبی ذخیرہ اور زبان وبیان کا اعلیٰ مقام لیے ہوئے ہے۔ اس عربی کا کوئی بھی لفظ آج تک نہ متروک ہوسکا ہے اور نہ اس سے برتر کوئی اور لفظ سامنے آسکا ہے۔ جیسے جیسے اسلام کا

☆وزع الاعمال ولا تجمعها فی وقت واحد بل ابعطها فی فترات وبینها اوقات للراحة لیکون عطاؤک جیدا.☆

اشاعت کرۂ ارض پر ہوتی چلی گئی ،نت نئی زبانوں سے اسے اسی قدر سابقہ بھی پیش آتا رہا، حتیٰ کہ جب اسلام یورپ، ایشیا اور افریقا جیسے دیگر براعظموں کے اندر داخل ہوا تو عربی سے واقف کوئی ایک فرد بھی وہاں موجود نہ تھا۔ اسلام نے وہاں بعض علاقوں میں ۵۰۰ سے ۶۰۰ برسوں سے زیادہ حکم رانی کی ہے، مگر کسی جگہ کی کتنی ہی طاقتور زبان، عربی زبان پر اثر انداز نہ ہوسکی۔ عراق، مصر، ایران اور روم بڑی جان دار تہذیبوں کے مراکز تھے، لیکن ان میں سے کوئی بھی تہذیب عربی زبان کو مسخر نہ کرسکی، بلکہ اس کے برعکس الٹا عربی زبان ہی نے ان کی زبانوں میں بڑے بڑے ردّوبدل کردیئے، حتیٰ کہ ان کی زبانیں اور طرزِ تحریر تک بدل کے رکھ دی۔ جیسا کہ ہم اپنی مقامی سندھی زبان کو دیکھتے ہیں کہ سندھ کی عرب فتوحات کے بعد اس کا رسم الخط عربی ہوگیا۔

اس قرآنی زبان کو مٹانے کے لیے بڑی بڑی تدبیریں اختیار کی گئیں۔ چنگیزی حکم رانوں نے عربی کے کتب خانوں کو جلا اور مدرسوں کو اجاڑ دیا۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں نے عربی زبان کے خلاف اپنی ساری طاقتیں صَرف کردیں اور تمام تعلیم انگریزی اور فرانسیسی زبان میں دینے لگے، جبکہ مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی میں جدت پسندی کی آڑ میں عربی رسم الخط تک کو تبدیل کردیا، لیکن تمام علاقوں میں اس کے باوجود عربی زبان بدستور اپنی اصل حالت میں موجود رہی۔ اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ قرآن پاک ایک زندۂ جاوید کلام کی حیثیت سے سدا سے موجود چلا آرہا ہے۔

قبل اسلام، عرب میں اچھے شعر کی ایک تعریف یہ بھی رائج تھی کہ اس میں زیادہ سے زیادہ جھوٹ شامل ہونا چاہیے۔ اور اس جھوٹ میں شدید مبالغہ آرائی ہونی چاہئے۔ لیکن قرآن پاک نے سورۂ رحمٰن میں حقائق کا اتنا خوب صورت بیان کیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت بیان ممکن نہیں تھا۔ اسی وجہ سے اسے ''عروس القرآن'' (قرآن کی دلہن) کا خطاب دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کی عربی نے عربوں کو نت نئے الفاظ ہی نہیں دئے بلکہ ان کے وسیع مفاہیم بھی دیے جن سے پہلے وہ خود بھی ناآشنا تھے۔

زبانوں کی ترقی وتبدیلی میں اُدبا اور شعرا کا سب سے زیادہ کردار ہوتا ہے۔ ہر بڑا شاعر اور ادیب زبان کو نئے زاویے اور نئی حیات عطا کرتا ہے۔ زبانیں اسی طرح بدلتی ہیں، یہاں تک کہ دو تین صدیوں کے بعد اوّلین زبان کو لوگ شرحوں اور لغتوں کے بغیر سمجھ بھی نہیں پاتے!۔ اس کلیے میں صرف ایک استثناء ہے اور وہ ہے عربی زبان کا استثنا۔ عربی آج بھی اسی آسانی اور فصاحت سے سمجھ

☆انظر الى من هو دونك في الجسم والصورة والمال والبيت والوظيفة والذرية لتعلم انك فوق الوف الناس.☆

میں آجاتی ہے، جیسی کہ وہ اپنے اوّلین دور میں سمجھی جاتی تھی۔ بے شک حالات کے حساب سے چند نئے الفاظ اور اصطلاحات بھی عربی میں رائج ہوئیں، لیکن قرآن کی عربی مبین پر وہ ہرگز اثر انداز نہ ہو سکیں۔

زندگی کے حقائق اور روز مرہ کے فقہی مسائل کو قرآن پاک نے اتنے فصیح و بلیغ عربی انداز میں بیان کیا ہے کہ دنیا میں کوئی شخص بھی اس سے بہتر زبان اور انداز میں انہیں بیان نہیں کرسکتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کے الفاظ میں معنی کے لحاظ سے بے حد وسعت ہوئی اور اس کے بے حد جدید ترین مطالب سامنے آئے ہیں۔ یقیناً مستقبل کی صدیوں میں ان کے مطالب مزید جدید ترین ہوکر سامنے آئیں گے جن کی مدد سے اس دور کا ماحول اور بھی بہتر انداز میں سمجھ میں آسکے گا۔ لیکن مطلب کی اس جدت نے عربی الفاظ اور اصطلاحوں کو متروک اور ناکارہ نہیں کیا، بلکہ آج بھی ان کی تازگی اور حسن پہلے ہی کی طرح برقرار ہے۔ ابتدائی دور کا کوئی عرب زندہ ہوکر آج اگر عرب ممالک میں اپنی گفتگو کرے تو اس کی زبان صدیوں کے فاصلے باوجود اسی کے زمانے کے مطابق سمجھی اور سنی جائے گی۔

معروف انگریز مؤرخ فلپ کے حتی اپنی کتاب ''ہسٹری آف دی عربس'' (ص ۱۲۷) پر اعتراف کرتا ہے کہ'' قرآن پاک کی عربی اتنی ہمہ گیر اور مکمل ہے کہ مختلف عربی لب ولہجے کے باوجود عربی زبان کے ٹکڑے نہیں ہوئے حالانکہ خود رومی زبان بھی بعد میں کئی حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ بیشک ایک عراقی اپنے یمنی عربی کی زبان سمجھنے میں مشکل محسوس کرے گا لیکن وہ اسی کی لکھی ہوئی عربی کو بآسانی سمجھ لے گا''۔ عالم اسلام کے ممتاز مصری مفسر سید قطب شہید کہتے ہیں کہ جو ممالک اسلام کے لئے مفتوح ہوئے اور جہاں بہت سے غیر معمولی عصری علوم وفنون ابھر کے آئے، وہ ان کی اپنی اور اصل قدیم زبانوں مین نہیں بلکہ اس نئی زبان، اس دین کی زبان، اسلامی زبان (عربی) میں سامنے آئے۔ ان نیۓ حقائق، نئے فنون، اور نئے افکار کو پیش کرتے وقت یہ بات بالکل ظاہر نہ ہوتی تھی کہ یہ اجنبی زبان میں ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان علوم وفنون کے لئے عربی زبان گویا ان کی اپنی مادری زبان بن گئی تھی۔ (فی ظلال القرآن۔ جلد سوئم ص ۳۱۲)

تفسیر مذکورہ کے مترجم (عالمِ دین) سید حامد علی مرحوم اس تشریح کے ضمن میں مزید حیرت انگیز وضاحت کرتے ہیں کہ تفسیر، فقہ، کلام، تصوف، فلسفہ، جغرافیہ، سائنس، عربی لغات اور تاریخ

☆تیقن ان کل من تعاملهم من اخ وابن وزوجة وقريب وصديق لايخلو من عيب فوطن نفسك على تقبل الجميع. ☆

وغیرہ، تمام علوم وفنون میں چھوٹی بڑی بلکہ ضخیم مجلدات تصنیف کرنے والے لوگ نوے فیصد عجمی تھے اور انہوں نے یہ سارا کام عربی زبان میں اس طرح کیا تھا کہ گویا وہ ان کی اپنی ہی زبان ہو۔ یہی نہیں بلکہ اس دور میں پوری متمدن (ومہذب) دنیا کی علمی زبان عربی تھی۔(ایضاً ص ۳۱۲)۔ یہ جو آج ہم ماضی کے مسلم مفکرین وسائنسدان، مثلاً ابن فرناس، ابنِ سینا، ابنِ بطوطہ، ابنِ خلدون اور علامہ ابن کثیر وغیرہ کے کارنامے سنتے اور پڑھتے ہیں، وہ سب کے سب عرب خطوں کے باشندے بہرحال نہیں تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی کثیر تصنیفات صرف اور صرف عربی زبان ہی میں تیار کی تھیں۔

ایک مغربی مفکر نے ۱۸۹۰ء میں کتنی اچھی بات کہی تھی کہ "عربی زبان کا نہ کوئی بچپن ہے نہ بڑھاپا۔ وہ اپنے ظہور کے پہلے دن جیسی تھی، ویسی ہی آج بھی ہے۔" یعنی وہ شروع ہی سے ایک بالغ اور بھرپور زبان رہی ہے۔ واضح رہے کہ اس نے عربی کی یہ تعریف اٹھارویں صدی کے آخری دور میں کی تھی، جب کہ زمانہ آج اکیسویں صدی کا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں عربی زبان سے زیادہ کوئی اور زبان معجزاتی نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور زبان میں الفاظ کا اتنا ذخیرہ موجود ہے جتنا عربی زبان میں ہے۔ کیونکہ بعض اوقات صرف ایک اسم کے تعارف کے لئے اس میں پچاس سے زیادہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔ نہ جانے کتنے الفاظ ہیں جنہیں مغربی زبانوں نے عربی سے مستعار لئے اور پھر وہ سب کے سب ان کی اصل زبانوں کا حصہ بن کے رہ گئے جن کی مثالوں میں جمل (camel)، قرنطینہ (quarantine)، اصطبل (stable)، قرنیہ (cornea)، اصطرلاب (astrolabe)، مسک (misk) اور الفیل (phant ele) وغیرہ ہیں۔

اسی لئے اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ "عربی وہ زبان ہے جسے وقت کی آندھیاں کبھی بوسیدہ نہیں کر سکی ہیں"۔

رضی الدین سید۔(نیشنل اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ۔کراچی)

national.a.research@gmail,com

0300-2397571

۰۳۳۱_۲۶۴۶۱۰۹

القسم العربى

مجلة الفقة الاسلامى

تصدر من

اكاديمية الفقة الاسلامى المعاصر

ص ب ١٧٧٧٧ گلشن اقبال

كراتشي پاكستان

رئيس التحرير

الاستاذ الدكتور / نوراحمد شاهتاز

.......☆.......

مساعد رئيس التحرير

الاستاذ غلام نصير الدين نصير | الدكتور محمد صحبت خان

فهرس الموضوعات

النقود الاسلامية، كماينبغي ان تكون 66

☆اياك وتجريح الاشخاص والهيئات وكن سليم اللسان طيب الكلام عذب الالفاظ مامون الجانب.☆